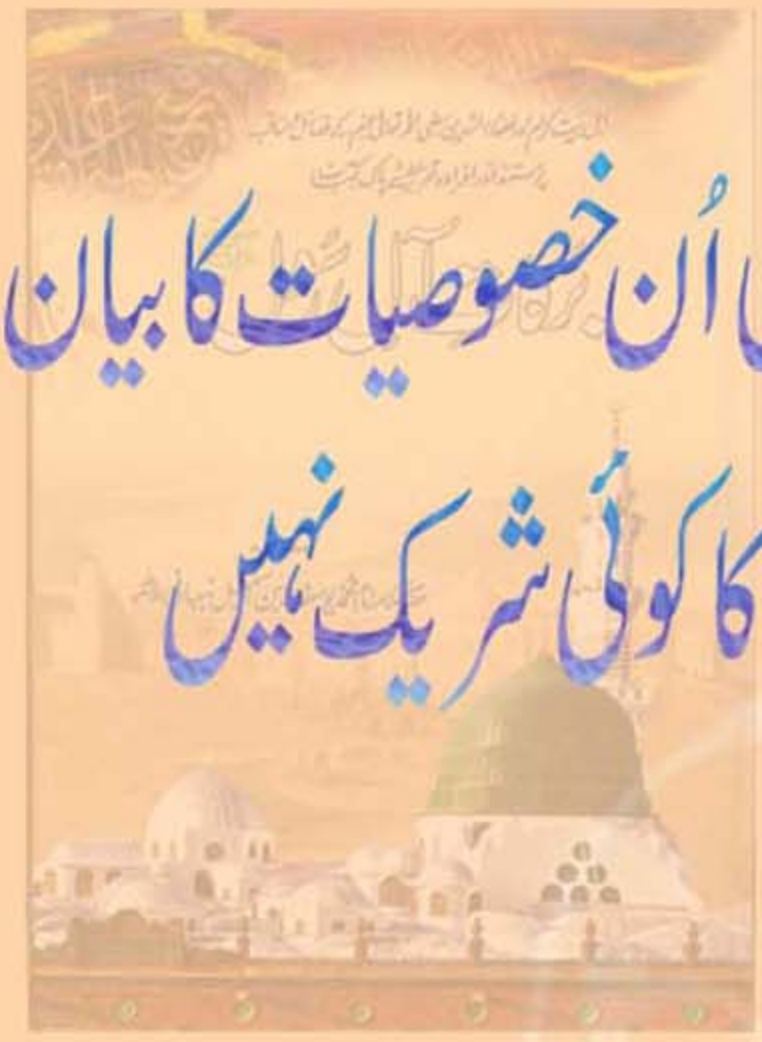


سادات اکرام کی اُن خصوصیات کا بیان

جن میں اِن کا کوئی شریک نہیں

خصائص سادات

از

علامہ امام محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرّحمہ

اہلِ بیتِ کرام کی شرافت وفضیلت اور وہ خصوصیات جو اللہ تعالیٰ نے انہی کو عطا فرمائیں

اس کتاب میں اول و آخر جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ اہلِ بیت کرام کی ایسی خصوصیات ہیں جن میں کوئی ان سے نزاع کرنے والا نہیں اور کوئی ان خصوصیات کی ان سے نفی نہیں کرسکتا لیکن ان میں سے بعض اضافی خصوصیتیں ہیں یعنی ان لوگوں کے لحاظ سے جن میں یہ نہیں پائی جاتیں مثلاً ان کا یقینی طور پر جنتی ہونا اور ان کا آگ پر حرام ہونا کیونکہ یہ امر ان صحابہ کرام کے لئے بھی ثابت ہے جنہیں جنت کی بشارت دی گئی جیسے عشرہ مبشرہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اور جیسے کہ ان کے دشمن پر لعنت کرنا اور اسے نفاق سے اور بعض احادیث کے مطابق کفر سے موصوف کرنا، ایسے امور صحابہ کے دشمنوں کے بارے میں بھی وارد ہیں،

میں اس مقصد میں ان کے وہ خصائص ذکر کروں گا جو ان کے علاوہ کسی دوسرے میں ہرگز نہیں پائے جاتے۔

ان کی بعض خصوصیات ہیں :-

پہلی خصوصیت | زکوٰۃ کا حرام ہونا [1]

[1] تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیے، امام اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ کا رسالہ مبارکہ الزہر الباسم فی حرمۃ الزکوٰۃ علیٰ بنی ہاشم۔

امامِ نووی نے شرح مسلم میں فرمایا :۔

" زکوٰۃ، نبیِ اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم آپ کی آل یعنی بنو ہاشم اور بنو مطلب پر حرام ہے، یہ امام شافعی اور ان کے ہم خیال علماء کا مذہب ہے، بعض مالکی بھی اسی کے قائل ہیں، امامِ ابوحنیفہ اور امامِ مالک نے فرمایا وہ صرف بنو ہاشم ہیں۔ قاضی عیاض نے فرمایا، بعض علماء فرماتے ہیں وہ تمام قریش ہیں، اصبغ مالکی نے فرمایا وہ بنی قصی ہیں۔

امامِ شافعی رحمہ اللہ تعالےٰ کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بنو ہاشم اور بنو المطلب ایک ہی ہیں اور ذوی القربیٰ کا حصہ ان میں تقسیم فرمایا البتہ نفلی صدقہ کے بارے میں امام شافعی کے تین قول ہیں :۔

(۱) اصح قول یہ ہے کہ نبیِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے حرام ہے اور آپ کی آل کے لئے حلال ہے۔

(۲) نبیِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے بھی حرام ہے اور آپ کی آل کے لئے بھی حرام ہے۔

(۳) دونوں کے لئے حلال ہے۔

بنو ہاشم اور بنی المطلب کے آزاد شدہ غلاموں کے لئے زکوٰۃ حرام ہے یا نہیں؟ اس میں ہمارے اصحاب شافعیہ کے دو قول ہیں :

(۱) اصح یہ ہے کہ حرام ہے۔

(۲) حلال ہے۔

امامِ ابوحنیفہ، باقی علماء کوفہ اور بعض مالکیہ نے حرمت کا قول کیا ہے

امامِ مالک اباحت کے قائل ہیں، ابنِ بطال مالکی نے دعویٰ کیا کہ اختلاف صرف بنو ہاشم کے آزاد شدہ غلاموں میں ہے، دوسروں کے آزاد شدہ غلاموں کے لئے بالاتفاق حلال ہے حالانکہ اس طرح نہیں ہے، ہمارے اصحابِ شافعیہ کے نزدیک اصح یہ ہے کہ بنو ہاشم اور بنو المطلب کے آزادہ شدہ غلاموں کے لئے حرام ہے، ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔"

علامہ صبان اسعاف میں فرماتے ہیں :-

" امامِ مالک اور امام ابوحنیفہ صرف بنو ہاشم کے لئے زکوٰۃ کی حرمت کے قائل ہیں، امامِ شافعی اور امامِ احمد بنو ہاشم اور بنو المطلب کے لئے حرام ہونے کے قائل ہیں، امامِ ابوحنیفہ سے ایک روایت ہے کہ بنو ہاشم کے لئے مطلقاً حلال ہے، امامِ ابو یوسف کے نزدیک ان کا ایک دوسرے کو زکوٰۃ دینا حلال ہے، اکثر حنفیہ، شافعیہ اور امامِ احمد کے نزدیک انہیں نفلی صدقہ لینا جائز ہے، یہی امامِ مالک سے روایت ہے، ان سے ایک روایت یہ ہے کہ زکوٰۃ لینا جائز ہے نفلی صدقہ لینا جائز نہیں کیونکہ اس میں ذلت زیادہ ہے۔"

کشف الغمہ میں ہے :-

" حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اکثر صدقہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ لوگوں کی میل ہے اور محمد اور آلِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم) کے لئے حلال نہیں ہے۔ حضرتِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن حضرتِ حسن بن علی رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے صدقے کی

ایک کھجور اٹھائی اور منہ میں ڈال لی، نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا اسے پھینک دو، تمہیں پتا نہیں کہ ہم صدقہ نہیں کھایا کرتے نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، بنی ہاشم اور بنو المطلب کو فرماتے تمہارے لئے مالِ غنیمت کے پچیسویں حصے میں اتنا حصہ ہے جو تمہیں کفایت کر جائے گا۔

حضرتِ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ذوی القربیٰ کا حصہ بنو ہاشم اور بنو المطلب میں تقسیم فرمایا کرتے تھے، بنو نوفل اور بنو عبد شمس میں تقسیم نہیں فرماتے تھے اور فرماتے تھے بنو ہاشم اور بنو المطلب ایک ہی ہیں۔

حضرتِ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرتِ ابو رافع حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! صدقہ پر مقرر کردہ آپ کے فلاں عامل نے مجھے کہا ہے کہ میں اس کا معاون بن جاؤں وہ اس میں سے مجھے بھی حصہ دے گا، رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا صدقہ ہمارے لئے حلال نہیں ہے اور قوم کے آزاد شدہ غلام بھی انہی کے حکم میں ہوتے ہیں۔"

امام مناوی نے فرمایا :-

" حدیث شریف اِنَّمَا هِيَ اَوْسَاخُ النَّاسِ کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے کیونکہ وہ ان کی آلودگیوں کو پاک کرتا ہے اور ان کے اموال اور نفوس کو صاف کرتا ہے

ارشادِ ربانی ہے :-

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا۔

" ان کے مالوں سے صدقہ لیجئے، اس صدقہ کے ذریعے انہیں پاک صاف کیجئے "

صدقہ میل آلود پانی کی طرح ہوا لہذا ان کے لئے حرام ہے خواہ اسے وصول کرنے پر ملے یا اس کے بغیر یہاں تک کہ ان کا ایک دوسرے کو صدقہ دینا بھی جائز نہیں ہے، جس شخص نے اس کا استثناء کیا ہے اس نے بہت دور کی بات کہی ہے۔

آلِ پاک میں سے کسی نے حضرتِ فاروقِ اعظم یا کسی اور سے صدقے سے اونٹ طلب کئے تو انہوں نے فرمایا ایک موٹا تازہ آدمی گرمی کے موسم میں جسم کا فلاں فلاں حصہ دھوئے تو کیا آپ اس پانی کو پینا پسند کریں گے؟ اس پر انہوں نے ناراضگی کا اظہار کیا اور کہا آپ مجھے ایسی بات کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا صدقہ لوگوں کی میل کچیل ہے جسے لوگ ادا کرتے ہیں "

ولی کبیر سیدی شیخ عبدالوہاب شعرانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ البحر المورود میں فرماتے ہیں

" جب حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہما نے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ مجھے صدقہ وصول کرنے پر مقرر فرمائیں تو آپ نے انہیں فرمایا خدا کی پناہ کہ میں تمہیں لوگوں کے گناہوں کے دھونے والے صدقہ پر مقرر کروں۔

بعض ائمہ لغت نے فرمایا وسخ کا استعمال پاخانہ اور اس کے ماسوا پر ہوتا ہے لیکن نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم حتی الامکان قبیح چیز کا

ذکر اشارہ وکنایہ میں فرماتے تھے۔

اے بھائی! تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ صدقہ دینے والے کی کمائی کے مطابق میل کی قباحت میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے، اگر صدقہ دینے والا سود خوار ہے یا معاملات میں دھوکہ دہی سے کام لیتا ہے یا تاجروں سے ظلماً مال لیتا ہے یا رشوت لیتا ہے تو اس کے صدقہ کا حکم پاخانہ یا پیپ جیسا ہے اور اگر معاملہ میں دیانتدار ہے لیکن وہ ایسے ظالموں اور حاکموں کے پاس فروخت کرتا ہے جو ان امور کے مرتکب ہوتے ہیں تو اس کے صدقہ کا حکم پیشاب اور خون کی طرح ہے، اسی پر قیاس کرو کم از کم مرتبہ یہ ہے کہ تھوک کی طرح ہو۔"

علامہ طیبی نے فرمایا :-

" یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ پھر صدقہ کو بعض امتیوں کے لئے کیونکر حلال فرمایا؟ حالانکہ کمالِ ایمان کی علامت یہ ہے کہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند کی جائے جو اپنے لئے پسند ہو کیونکہ ان کے لئے صدقہ تمام حالات میں جائز نہیں فرمایا بلکہ حالت ضرورت میں جائز فرمایا ہے، بہت سی حدیثوں میں مانگنے سے منع فرمایا ہے، محتاط آدمی کے لئے لازم ہے کہ اسے مردار کی طرح جانے، ہاں جو شخص مجبور ہو اور حد سے تجاوز نہ کرے اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔"

علامہ طیبی کا یہ فرمانا کہ بہت سی حدیثوں میں مانگنے سے ممانعت وارد ہے، ان میں سے ایک حدیث یہ ہے :-

حضرتِ حکیم بن حزام رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے حنین کے مالِ غنیمت میں سے سوال کیا، آپ نے انہیں

ایک سو اونٹ عطا فرمائے، انہوں نے پھر سوال کیا تو ایک سو اونٹ اور عنایت فرمائے، انہوں نے پھر سوال کیا تو ایک سو اونٹ اور عطا فرمادئے پھر انہیں فرمایا اے حکیم! یہ مال دلکش اور میٹھا ہے جس نے اسے نفس کی سخاوت کے ساتھ لیا، اس کے لئے اس میں برکت دی جائے گی اور جس نے خواہشِ نفس سے لیا، اس کے لئے اس میں برکت نہیں دی جائے گی اور وہ اس شخص کی طرح ہوگا جو کھاتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا اوپر والا ہاتھ نچلے ہاتھ سے بہتر ہے۔

حضرتِ حکیم نے پہلے سو اونٹ لے لئے اور باقی چھوڑ دئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذاتِ اقدس کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا، میں آپ کے بعد کسی سے کوئی چیز نہیں مانگوں گا یہاں تک کہ میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں چنانچہ وہ اسی پر عمل پیرا رہے، حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما انہیں عطیہ پیش کرتے مگر وہ انکار فرمادیتے (رضی اللہ تعالےٰ عنہم)

عارفِ شعرانی فرماتے ہیں :-

" میں نے دیکھا کہ ایک شخص سیدی علی خواص کی خدمت میں کچھ مال لایا، شیخ کی آنکھوں میں تکلیف تھی، اس کے باوجود وہ بیٹھے ہوئے کھجور کے پتے بٹ رہے تھے، اس شخص نے کہا حضرت! یہ دراہم لے لیجئے اور گھر والوں کے اخراجات میں استعمال کیجئے اور یہ بٹائی چھوڑ دیجئے، شیخ نے وہ مال واپس کر دیا اور فرمایا بخدا! جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، میں آنکھوں کی تکلیف کے باوجود بٹائی میں مصروف ہوں میرے لئے اس کمائی سے بھی کھانا اچھا نہیں ہے تو میں تمہاری

کمائی سے کس طرح کھالوں، اس شخص نے کہا حضرت آپ جیسا آدمی اپنے کاروبار میں کسی قسم کے کھوٹ سے کام نہیں لیتا تو آپ اپنی کمائی سے کھانے کو کیوں ناپسند رکھتے ہیں؟ فرمایا: یہ صحیح ہے کہ یہاں کھوٹ نہیں ہوتا (لیکن یہ بھی تو دیکھو) کہ میں کس کے پاس بیٹھا ہوں. تمام فقہا، تاجر اور دکاندار وغیرہم جب ان کے پاس کوئی ظالم یا قاضی کوئی چیز خریدنے آتا ہے تو وہ اسے واپس نہیں کرتے بلکہ اس کے پیسوں پر انتہائی مسرت کا اظہار کرتے ہیں، جب ہم ظالم وجابر لوگوں سے پیسے لیں گے تو ہم برابر ہوں گے کیونکہ ان کے پاس جو مال ہے وہ بعینہٖ ہم نے لے لیا ہے۔ اس شخص نے کہا سیّدی! یہ بات میرے گوشۂ خیال میں نہ تھی، چنانچہ انھیں اسی حال پر چھوڑ کر یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ اے اولیا اللہ! آپ صحیح معنوں میں خدا رسیدہ ہیں"

حضرت شیخ کی یہ باریک بینی اس بات کا تقاضا نہیں کرتی کہ دوسروں کو بھی صدقہ کے قبول کرنے سے روک دیا جائے کیونکہ صدقہ لینا جائز ہے یہاں تک کہ نفل صدقہ اہل بیت کرام کے لئے بھی جائز ہے جیسا کہ اس سے پہلے گزر چکا ہے جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ وہ حرام مال سے ہے، صدقہ مباح ہونے کے باوجود اس لائق ہے کہ بلا ضرورت اس سے اعراض کیا جائے۔ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد میں غور کرو تمھیں معلوم ہو جائے گا:۔

اَلْیَدُ الْعُلْیَا خَیْرٌ مِّنَ الْیَدِ السُّفْلٰی

"اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نچلے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے"

نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آل پر صدقۂ مفروضہ کی حرمت ثابت ہو چکی ہے، قول صحیح کے مطابق نفلی صدقہ اگرچہ ان کے لئے جائز ہے لیکن ان کے نفوس شریفہ اسے پسند نہیں کریں گے، ان میں بہت کم ایسے ہوں گے جو اپنی ایمانی قوت اور

دور رس بصیرت کی بنا پر یہ سمجھیں گے کہ ان کا صدقہ قبول کرنا دینے والے پر احسان ہے۔ ایسی صورت میں جن کے پاس مال نہیں ہے وہ کیسے زندگی بسر کریں گے؟

کیا تم نے نبی اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نہیں سنا جو آپ نے انہیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا:۔

"تمہارے لئے مال غنیمت کے پچیسویں حصہ میں اتنا حصہ ہے جو تمہیں کفایت کرے گا۔"

"پچیسواں حصہ ان کا حق ہے، اس کے بدلے ان کے لئے مسلمانوں کے بیت المال (اللہ تعالےٰ اسے آباد رکھے) میں اتنا حصہ ہے جو انہیں کافی ہو اور مقصد تو صرف کفایت ہی ہے مقصد یہ نہیں ہے کہ ان کے پاس مال بکثرت ہو کیونکہ اس سے نبی اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس طرح کے ارشادات مانع ہیں:۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ اٰلِ مُحَمَّدٍ قُوْتًا

"اے اللہ! آلِ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا رزق قوتِ لایموت بنا"

امامِ شعرانی فرماتے ہیں:۔

"مالِ دنیا کے کم ہونے کی نعمت، کثرتِ مال کی نعمت سے بڑی ہے کیونکہ یہ انبیاء و اصفیاء کا طریقہ ہے، اگر مال کی قلت افضل اور زیادہ ثواب والی نہ ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یہ دعا نہ کرتے کہ اے اللہ! آلِ محمد کی روزی قوت لایموت بنا اور قوت اتنی روزی کو کہتے ہیں جس سے صبح و شام کچھ نہ بچے، تو جس چیز کو نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم اپنے لئے اور اپنے اہل بیت کے لئے پسند فرمائیں اس سے زیادہ کامل اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔"

نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے اور اہل بیت کے دشمن کے لئے اس کے برعکس دعا فرمائی، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے:۔

"اے اللہ جو مجھ سے اور میرے اہل بیت سے بغض رکھے اسے مال اور عیال کی کثرت دے۔" (دیلمی)

علامہ ابن حجر فرماتے ہیں:۔

"ان کے لئے یہ کافی ہے کہ ان کا مال زیادہ ہو تو ان کا حساب لمبا ہوگا۔ اور یہ کہ ان کے اہل و عیال زیادہ ہوں تو ان کے شیاطین زیادہ ہوں گے۔"

اس سے یہ اشکال نہ ہو کہ حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لئے بھی ایسی ہی مال کی فراوانی کی دعا فرمائی تھی کیونکہ ان کے لئے یہ نعمت ہے جس کے ذریعے وہ بہت سے امور مطلوبہ تک رسائی حاصل کر سکیں گے بخلاف اعدا کے۔ (ان کے حق میں یہ زحمت ہے)

دوسری خصوصیت

یہ ہے کہ اہل بیت کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم تمام انسانوں سے حسب و نسب میں افضل و اعلےٰ ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اللہ تعالےٰ نے تمام مخلوق کو دو قسموں میں تقسیم کیا تو مجھے بہتر قسم میں بنایا۔"

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

فَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ۔

"میں اصحاب یمین (دائیں جانب والوں) میں سے ہوں اور ان سے افضل ہوں پھر اللہ تعالےٰ نے دو قسموں کو تین حصوں میں تقسیم کیا، اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ وَاَصْحٰبُ الْمَشْاَمَةِ

مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْاَمَةِ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ۔

"برکت والے کیا ہی برکت والے ہیں، نحوست والے کیا ہی نحوست والے ہیں اور سابقین تو سبقت والے ہی ہیں۔"

تو میں سابقین سے ہوں اور ان سے افضل ہوں، پھر تین حصوں کو قبیلوں میں تقسیم کیا تو مجھے بہترین قبیلے میں بنایا۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔

"تمھیں شاخیں اور قبیلے بنایا تاکہ ایک دوسرے سے واقفیت حاصل کرو۔ بے شک اللہ تعالےٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔"

تو میں اولاد میں سے سب سے زیادہ متقی ہوں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سب سے زیادہ معزز ہوں اور یہ بات از راہِ فخر نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے قبیلوں کو کنبوں میں تقسیم کیا اور مجھے بہترین کنبے میں بنایا، اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت ہے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"اللہ تعالےٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے قبیلہ کنانہ کو منتخب فرمایا، کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم

بیں سے مجھے منتخب فرمایا۔"

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے:۔

"اللہ تعالےٰ نے مخلوق پیدا فرمائی تو اس میں سے بنی آدم کو منتخب فرمایا پھر بنی آدم سے عرب کو عرب سے مضر کو مضر سے قریش کو قریش سے بنی ہاشم کو پھر بنی ہاشم سے مجھے منتخب فرمایا تو میں بہترین لوگوں سے بہترین لوگوں کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

امام احمد اور محاملی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جبرائیل امین نے فرمایا:۔

"میں نے زمین کے مشرق و مغرب الٹ ڈالے لیکن میں نے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے افضل کسی کو نہیں پایا[1] اور میں نے زمین کے شرق و غرب چھان ڈالے مگر مجھے بنی ہاشم سے زیادہ فضیلت والے کسی باپ کے بیٹے نہیں ملے"۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا اس حدیث میں صحت کے انوار جگمگا رہے ہیں۔

حضرت جعفر صادق اپنے والد ماجد حضرت محمد باقر رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے راوی ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"میرے پاس جبرائیل امین تشریف لائے اور کہا یا رسول اللہ! مجھے اللہ تعالےٰ نے بھیجا، میں زمین کے مشرق و مغرب، نرم زمین اور پہاڑوں میں پھرا تو میں نے عرب سے افضل کوئی خاندان نہیں پایا پھر مجھے حکم فرمایا تو میں عرب میں پھرا مجھے مضر سے افضل کوئی قبیلہ نہیں ملا، پھر مجھے حکم دیا میں

[1] امام احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں ؎

یہی لولے سدرہ والے چمنِ جہاں کے تھالے ۔۔۔ سبھی میں نے چھان ڈالے ترے پایا کا نہ پایا ۔۔۔ تجھے یک نے یک بنایا

مضر میں پھرا تو میں نے کنانہ سے افضل کوئی قبیلہ نہ پایا پھر مجھے حکم دیا میں کنانہ میں پھرا تو میں نے قریش سے بہتر کوئی قبیلہ نہ پایا پھر مجھے حکم دیا میں قریش میں پھرا تو میں نے بنی ہاشم سے بہتر کوئی قبیلہ نہ پایا پھر مجھے ان میں سے کسی کے منتخب کرنے کا حکم دیا تو میں نے آپ سے افضل کسی کو نہ پایا۔

امام احمدؒ نے جید سند حضرت عباس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم منبر شریف پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:۔

"میں کون ہوں؟ صحابہ نے عرض کیا آپ اللہ تعالےٰ کے رسول ہیں فرمایا میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں، اللہ تعالےٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اسے دو گروہوں میں تقسیم کیا اور مجھے بہترین گروہ میں فرمایا، قبیلوں کو پیدا فرمایا تو مجھے بہترین قبیلے میں فرمایا، انہیں کنبوں میں تقسیم فرمایا تو مجھے بہترین خانوادے میں فرمایا۔"

نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"قیامت کے دن میں اپنی امت میں سب سے پہلے اپنے اہل بیت کی شفاعت کرونگا، پھر قریش میں سے درجہ بدرجہ زیادہ قرب رکھنے والوں کی، پھر انصار کی پھر ہر ان والوں کی جو مجھ پر ایمان لائے اور میرے متبع ہوئے پھر باقی عرب کی، پھر عجمیوں کی شفاعت کرونگا اور میں جس کی پہلے شفاعت کروں گا وہ زیادہ فضیلت والا ہے۔"

(یہ حدیث طبرانی اور دارقطنی نے مرفوعاً روایت کی)

یہ صحیح حدیثیں اور مرفوع نصوص دلالت کرتی ہیں کہ اہل بیت تمام لوگوں سے حسب و نسب میں افضل ہیں اور اس پر یہ مسئلہ مبنی ہے کہ نکاح میں ان کا کوئی ہمسر نہیں ہے متعدد آئمہ نے اس کی تصریح کی ہے، امام سیوطی خصائص کبریٰ میں فرماتے ہیں:۔

"نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ کوئی مخلوق نکاح میں آپ کے اہلِ بیت کا ہمسر نہیں ہے۔" [1]

تیسری خصوصیّت

یہ ہے کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے تعلق اور نسب کے علاوہ ہر تعلق اور نسب منقطع ہو جائے گا جیسے کہ صحیح حدیث میں وارد ہے، وہ حدیث مقصدِ اول میں گزر چکی ہے۔

روایتِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرتِ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے لئے حضرتِ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو حضرتِ ام کلثوم بنت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے نکاح کا پیغام دیا، حضرتِ علی نے ان کی کم سنی کا عذر پیش کیا اور یہ کہ میں ان کا نکاح اپنے بھائی حضرتِ جعفر کے صاحبزادے سے کرنا چاہتا ہوں، حضرتِ فاروقِ اعظم نے اصرار کیا، پھر منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا :-

" اے لوگو! میں نے حضرتِ علی سے ان کی صاحبزادی کے بارے میں اس لئے اصرار کیا ہے کہ میں نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ قیامت کے دن میرے تعلق، نسب اور رشتۂ ازدواج کے علاوہ ہر تعلق، نسب اور رشتۂ ازدواج منقطع ہو جائے گا۔"

حضرتِ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے انہیں حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

[1] امامِ اہلِ سنت مولانا شاہ احمد رضا بریلوی فرماتے ہیں " سیدزادی اگر کسی مغل پٹھان یا شیخ انصاری سے بے رضائے ولی نکاح کرے گی، نکاح ہی نہ ہوگا، جب تک بہ سبب علم دین مکافات ہو کر کفاءت نہ ہو گئی ہو، یونہی اگر غیرِ اَب و جد بہ شرائطِ معلومہ نابالغہ کا ایسا نکاح کر دیں وہ بھی باطل و مردود محض ہے۔"

(اراءۃ الادب لفاضل النسب مطبوعہ مکتبہ قاسمیہ، حیدرآباد، ص ۶)

کے پاس بھیجا۔ جب آپ نے انہیں دیکھا تو احتراماً اٹھ کھڑے ہوئے، انہیں اپنے پاس بٹھایا اور محبت و شفقت سے پیش آئے اور ان کے لئے دعا کی، جب وہ واپس آنے لگیں تو انہیں فرمایا اپنے والدِ ماجد سے کہنا کہ میں راضی ہوں۔

جب وہ گھر آئیں تو حضرتِ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے پوچھا کہ انہوں نے تمہیں کیا کہا؟ تو انہوں نے تمام صورتِ حال بیان کی اور ان کا پیغام بتایا، حضرتِ علی نے ان کا نکاح حضرتِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے کر دیا، ان سے حضرتِ زید پیدا ہوئے جو جوان ہو کر فوت ہوئے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) (ملخصاً)

علامہ طیبی نے فرمایا :-

" نسب کا مطلب ہے آباء کی طرف سے ولادتِ قریبہ کا تعلق، صہر وہ رشتہ داری ہے جو نکاح سے پیدا ہوا اور سبب بھی اسی طرح کا تعلق ہے جو شادی سے پیدا ہوتا ہے "

اس حدیث اور اس جیسی دوسری حدیثوں سے معلوم ہوا کہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف انتساب کا بہت فائدہ ہے۔

دوسری حدیثوں میں جو آیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اہلِ بیت کرام کو خوفِ خداوندی، تقویٰ اور اطاعتِ الٰہی پر ابھارا اور فرمایا کہ میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے کچھ بھی بے نیاز نہیں کر سکتا وہ اس کے منافی نہیں ہے کیونکہ آپ از خود کسی کے نفع و ضرر کے مالک نہیں ہیں لیکن اللہ تعالےٰ آپ کو اقرباء کے نفع کا مالک بنا دیگا، آپ کے اس ارشاد کہ " میں تمہیں کچھ بھی فائدہ نہیں دے سکتا " کا مطلب یہ ہے کہ محض اپنے طور پر شفاعت یا مغفرت کے ذریعے اللہ تعالےٰ کے معزز فرمائے بغیر فائدہ نہیں دے سکتا، ان سے یہ خطاب مقامِ تخویف کی رعایت سے فرمایا۔

فائدہ : جو شخص نبیِ اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہوا اسے

نہیں کہ جو کچھ ذکر ہوا اس پر کلی اعتماد کرلے[1] (اور علم و عمل کی ضرورت محسوس نہ کرے) کیونکہ یہ تمام اس کے لئے ہیں جو فی الواقع نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے تعلق رکھتا ہو اور آپ کے اہلِ بیت میں سے ہو، اور اس کا یقین کیسے ہو سکتا ہے؟ کیونکہ ہو سکتا ہے کچھ عورتوں سے لغزش ہوئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض اصول نے منسوب ہونے میں غلط بیانی کی ہو، اگرچہ یہ احتمال خلافِ ظاہر ہے (لیکن اسے بالکل نظر انداز نہیں کیا جا سکتا) علاوہ ازیں اہلِ بیت کے اکابر سے منقول ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی شدید خشیت، اس کے عذاب کے عظیم خوف اور معمولی سی کوتاہی پر بکثرت افسوس کرنے کے خوگر تھے (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

چوتھی خصوصیت

صحابہ کرام کے زمانے میں اصطلاح یہ تھی کہ اشراف (سادات) کا اطلاق صرف اہلِ بیت پر کیا جاتا تھا، دوسروں پر نہیں، پھر یہ لقب حسنی اور حسینی سادات کے ساتھ مخصوص ہو گیا۔

علامہ سیوطی رسالہ زینبیہ میں فرماتے ہیں :-

"صحابہ کرام کے زمانہ میں شریف (سید) کا اطلاق ہر اس فرد پر کیا جاتا تھا جو اہلِ بیتِ کرام میں سے ہو خواہ حسنی حسینی ہو یا علوی، حضرتِ محمد بن حنفیہ کی اولاد میں سے ہو یا ان کے علاوہ حضرتِ علی مرتضیٰ کی اولاد میں سے، نیز حضرتِ جعفر کی اولاد ہو یا حضرتِ عقیل کی یا حضرتِ عباس

[1] علامہ ابنِ حجر مکی قدس سرہ فرماتے ہیں "تمام لوگوں پر عموماً اور اہلِ بیت پر خصوصاً چند امور کی رعایت لازم ہے (۱) علومِ شرعیہ کے حاصل کرنے کا اہتمام کرنا کیونکہ علم کے بغیر نسب کا (کامل) فائدہ نہیں ہے۔ (۲) آباء پر فخر نہ کرنا اور علومِ دینیہ حاصل کئے بغیر محض ان پر اعتماد نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ تم میں سے بارگاہِ الٰہی میں زیادہ معزز وہ ہے جو زیادہ متقی ہے۔ (الصواعق المحرقہ، ص ۱۸۱)

کی، جب مصر میں فاطمی حضرات مسند آرائے خلافت ہوئے تو انہوں نے
شریف (سیّد) کا اطلاق حضرت حسن وحسین کی اولاد کے ساتھ خاص کر دیا،
مصر میں آج تک یہ اصطلاح جاری ہے۔"

میں کہتا ہوں کہ اس وقت یہ اصطلاح شرق وغرب کے بلادِ اسلامیہ میں مشہور ہے، جب عربی میں شریف کا لفظ بولا جائے گا تو اس سے حسنی یا حسینی سید مراد ہوں گے۔ بہت سے شہروں میں یہ اصطلاح بھی عام ہے کہ سیّد کا لفظ بھی صرف حسنی اور حسینی سادات پر بولا جاتا ہے۔ جب یہ لفظ بولا جائے گا تو ان کے سوا کوئی مراد نہیں ہوگا۔ یہ اہلِ حجاز کے ماسوا کی اصطلاح ہے، اہلِ حجاز کی اصطلاح یہ ہے کہ شریف کا استعمال حسنی سادات کے لئے اور سیّد کا استعمال حسینی سادات کے لئے کرتے ہیں تاکہ ان دونوں میں فرق واضح ہو جائے۔

علامہ ابنِ حجر مکی فرماتے ہیں :-

"اگر کوئی چیز اشراف کے لئے وقف کی گئی یا ان کے لئے وصیت کی گئی تو ان میں حضراتِ حسنین کریمین کی اولاد کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا کیونکہ وقف اور وصیت کا دار و مدار شہر کے عرف پر ہے اور مصر وغیرہ کا عرف یہ ہے کہ اشراف کا استعمال صرف حضراتِ حسنین کریمین کی اولاد کے لئے ہوتا ہے، حجاز کا بعد والا عرف تم پہچان چکے ہو۔"

آن کے ساتھ سبز عمامہ کے مختص ہونے کی اصلیت یہ ہے کہ مصر کے بادشاہ الاشرف شعبان بن حسین نے ۷۷۳ھ میں ان کی عزت وتکریم کے لئے یہ اہتمام کیا کہ صرف ان کی پگڑی پر سبز علامت لگائی جائے تاکہ شریف اور غیر شریف کا امتیاز ہو جائے، پھر اس علامت میں توسیع کی گئی کہ تمام پگڑی سبز پہنی جانے لگی، اس بارے میں ادبار نے شعر کہے۔

جابر بن عبداللہ اندلسی کہتے ہیں :-

" لوگوں نے نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اولاد کے لئے علامت مقرر کی ہے،

علامت تو اس شخص کے لئے ہوتی ہے جو مشہور نہ ہو،

ان کے چہروں میں نورِ نبوت کی چمک دمک،

شریف کو سبز علامت سے بے نیاز کر دیتی ہے "

شمس الدین محمد بن ابراہیم دمشقی کہتے ہیں :-

" اشراف کی علامت کے لئے پگڑیوں کے کنارے سبز ریشم سے قرار پائے ہیں "

سلطان اشرف نے ازراہِ شرافت انہیں اس سے مختص کیا ہے تاکہ انہیں دوسروں سے ممتاز کر دے۔ اس رنگ کے اختیار کرنے کا سبب ممکن ہے یہ ہو کہ یہ رنگ تمام رنگوں سے افضل ہے یا اس لئے کہ قیامت کے موقف میں نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اسی رنگ کا حلہ پہنایا جائے گا یا اس لئے کہ جنتیوں کے لباس کا یہی رنگ ہو گا۔ (اسعاف)

امام سیوطی فرماتے ہیں :-

" اس علامت کا پہننا مباح بدعت ہے، جو شخص اسے استعمال کرنا چاہے، وہ شریف ہو یا غیر شریف، اسے منع نہیں کیا جائے گا، شریف یا غیر شریف کو اس کے ترک کا حکم نہیں دیا جائے گا، کوئی بھی ہو اسے اس علامت سے منع کرنا امرِ شرعی نہیں ہے کیونکہ لوگوں کا نسب ثابت اور معروف ہے، اس علامت کے پہننے کا شرعی حکم وارد نہیں ہے لہذا اباحت اور ممانعت میں شریعت کی پیروی کی جائے گی۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا

ہے کہ اشراف اور غیر اشراف میں امتیاز کے لئے یہ علامت مقرر کی گئی ہے، اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے تائید حاصل کی جاسکتی ہے :-

يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ۔

" اے غیب کی خبر دینے والے ! اپنی بیویوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں کو فرما دیجئے کہ اپنی اوڑھنیاں اپنے جسموں سے ملا کر رکھیں، یہ اس کے قریب ہے کہ پہچانی جائیں تو انہیں اذیت نہ دی جائے۔"

بعض علماء نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ علماء کا مخصوص لباس ہونا چاہیئے تاکہ پہچانے جائیں اور علم کی بنا پر ان کی تعظیم کی جائے، یہ اچھا طریقہ ہے۔"

علامہ صبان نے فرمایا :-

" جس آیت سے سبز علامت پہننے پر تائید حاصل کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سبز علامت کا پہننا شرافت کے لئے مستحب ہے اور اسی پر اعتماد ہونا چاہیئے، ان کے غیر کے لئے مکروہ ہے کیونکہ واقع میں جس کی اولاد ہے، سبز علامت پہن کر زبانِ حال سے اپنی نسبت اس کے غیر کی طرف کر رہا ہے اور یہ ممنوع ہے، اور اس سے ڈرایا گیا ہے۔ اس زمانے میں اس علامت پر اکتفاء

نہیں کیا گیا بلکہ تمام عمامہ کا رنگ سبز کر دیا گیا ہے اور اس کا حکم بھی وہی
ہے جو اس علامت کا ہے۔"

یہ ان شہروں میں ظاہر ہے جن کے باشندے اس اصطلاح پر قائم ہیں کہ
سبز عمامے اشراف سے مختص ہیں مثلاً مصر و دوسرے شہروں مثلاً قسطنطنیہ میں یہ
اصطلاح نہیں ہے کیونکہ ان شہروں میں سبز علامت اشراف میں سے ہونے پر
دلالت نہیں کرتی کیونکہ وہاں علماء، طلباء اور عمامہ استعمال کرنے والے عام طور پر
سبز عمامہ استعمال کرتے ہیں، بعض اوقات میں کم اور سردیوں میں بکثرت استعمال
کرتے ہیں کیونکہ اس میں میل ظاہر نہیں ہوتی بلکہ کاروباری اور تاجر قسم کے لوگ
بھی اسی سبب سے سبز عمامے بکثرت استعمال کرتے ہیں۔

اسی طرح لفظِ سیّد اُن کے نزدیک اشراف کے ساتھ خاص نہیں ہے،
تم صرافہ بازار میں جاکر کوشش کرو کہ تمہیں کوئی ایسی مُہر دکھائی دے جس پر سیّد
نہ لکھا ہو تو شاید ہی تمہیں ایسی مہر نظر آئے، سوائے اس شخص کے جو سیّد شریف صحیح
النسب ہو یا دیندار اور باحیا آدمی ہو، اشراف اپنی مہروں میں لفظِ سیّد نہیں
لکھتے اس خوف سے کہ ان کے نسب میں اشتباہ واقع نہ ہو جائے کیونکہ دوسرے
لوگ اس وقت کثرت سے لفظ سیّد کا استعمال کرنے لگے ہیں اسی لئے تم اکثر
اشراف، خاص طور پر حجاز کے اشراف کو دیکھو گے کہ اسی حکمت کے تحت وہ سبز
عمامے نہیں پہنتے کیونکہ تمیز زائل ہو چکی ہے اور پیتل، سونے سے مخلوط ہو گیا ہے
اشراف اپنے نسب سے معروف ہیں نہ کہ القاب سے، وہ خاندانی طور پر مشہور
ہیں نہ کہ کپڑوں سے، اس شخص نے بڑی غلطی کی جس نے یہ سمجھا کہ شرافت، رنگوں
سے ہے یا سیّد کہنے سے، اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم فرمائے جس نے اپنی حد
پہچانی اور وہاں ٹھہر گیا اور جس نے اپنا مقام پہچانا اور اس سے آگے نہ بڑھا،

کیونکہ جھوٹ کا انجام مختصر ہے اور صاحبِ بصیرت پرکھنے والے پر کھوٹا مخفی نہیں رہ سکتا۔

پانچویں خصوصیت

یہ ہے کہ ان پر ان میں سے نقیب (سرپرست) مقرر کئے جاتے ہیں، دراصل یہ نقابت اس لئے مقرر کی گئی ہے کہ کہیں ان پر ایسا شخص مسلط نہ ہو جائے جو نسب میں ان کا ہمسر نہ ہو اور شرافت میں ان کے برابر نہ ہو، اس کے لئے ان میں سے وہ شخص مقرر کیا جائے گا جو اعلیٰ گھرانے کا فرد ہو، فضیلت میں زیادہ ہو اور بہترین رائے کا مالک ہو تاکہ اس میں سرداری اور سیاست کی شرطیں مجتمع ہوں اور دیگر حضرات اس کی سرداری کی بنا پر جلد اس کی اطاعت کریں اور ان کے معاملات اس کے حسنِ انتظام سے درست ہو جائیں۔

جو شخص نقیب بنے گا اسے بارہ حقوق لازم ہوں گے :۔

۱۔ ان کے انساب کی حفاظت کرے گا جو شخص سیّد نہیں مگر سیّد کہلاتا ہے یا جو شخص سیّد ہے لیکن لوگ اسے سید ہونے کی حیثیت سے نہیں جانتے، ان کی نشاندہی کرے گا۔

۲۔ آن کے انساب اور شاخوں کی شناخت رکھے گا اور جُدا جُدا ان کا نام رجسٹر میں درج کرے گا۔

۳۔ ان کے ہاں جو لڑکا یا لڑکی پیدا ہو گی اسی طرح جو اُن میں سے فوت ہو گا، اس کے بارے میں واقفیت رکھے گا اور اس کا اندراج کرے گا۔

۴۔ انہیں ان کے نسب کی شرافت اور اصل کی عمدگی کے مطابق آداب سکھائیگا تاکہ لوگوں کے دلوں میں ان کی عزت زیادہ سے زیادہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی عزت ان میں محفوظ ہو۔

۵۔ انہیں حقیر ذرائعِ معاش اور خبیث مطالب سے منع کرے گا تاکہ ان میں سے کسی کو کم مرتبہ نہ جانا جائے اور کسی پر زیادتی نہ کی جائے۔

۶۔ انہیں گناہوں اور حرام کاموں کے ارتکاب سے منع کرے تاکہ جس دین کی انہوں نے امداد کی تھی، اس کے حق میں وہ زیادہ غیرت مند ہوں اور جن ناپسندیدہ چیزوں کو انہوں نے ختم کیا تھا، ان سے نہایت درجہ بیزار ہوں اس طرح کوئی زبان ان کی مذمت نہ کر سکے گی اور کوئی انسان ان کی برائی نہ کر سکے گا۔

۷۔ انہیں اپنی شرافت اور نسبی فضیلت کی وجہ سے عوام پر مسلط ہونے اور حد سے بڑھنے سے روکے کیونکہ اس سے ناپسندیدگی، بغض، اجنبیت اور دوری پیدا ہوگی، انہیں تالیفِ قلوب اور دلداری کے طریقے سکھائے تاکہ ان کی طرف لوگوں کا میلان بڑھے اور ان کے لئے دلوں کی صفائی میں اضافہ ہو۔

۸۔ حقوق کے حصول میں ان کا مددگار ہوتا کہ وہ بے بس نہ ہو جائیں اور ان پر کسی کا حق ہو تو ان سے حق دلائے تاکہ وہ حقداروں کا حق روک کر نہ رکھیں، ان کی امداد کرنے سے وہ اپنا حق حاصل کر لیں گے اور ان سے حق دلانے سے وہ منصف بن جائیں گے، سیرت و کردار کا اچھا پہلو دوسرے کا حق دینا اور اپنا حق حاصل کرنا ہے۔

۹۔ بیت المال سے ان کے حقوق کے حصول میں ان کا وکیل ہوگا۔

۱۰۔ ان کی عورتیں چونکہ دوسری عورتوں پر شرافت رکھتی ہیں، ان کے انساب کی حفاظت اور ان کی عزت و حرمت کے پیشِ نظر انہیں غیر کفو میں نکاح کرنے سے منع کرے گا۔

۱۱۔ ان میں سے غیر محتاط افراد کو طریقِ راستی سکھلائے گا اور اگر ان میں سے کسی سے لغزش سرزد ہو جائے تو اسے پند و نصیحت کے بعد معاف کر دیگا۔

۱۲۔ اس بات کی کوشش کرے گا کہ وہ اپنے اصول کی حفاظت اور اولاد کی

نشو ونما سے واقفیت حاصل کریں اور شرائط واوصاف کے مطابق ان کی اولاد (رشتے ناطے کے لحاظ سے) ان میں تقسیم کرے گا۔

آن کے علاوہ نقیبِ عام میں پانچ چیزوں کا اضافہ ہوگا :-

۱- ان کے اختلافات میں فیصلہ کرے گا۔

۲- ان کے یتیموں کی ملکیت میں جو کچھ ہوگا اس کی سرپرستی کرے گا۔

۳- اگر ان سے کوئی جرم سرزد ہو تو ان پر حد قائم کرے گا۔

۴- ان کی بیوہ عورتوں کا نکاح کرے گا جن کا کوئی ولی نہیں ہے یا ولی ہے لیکن اس نے انہیں روک رکھا ہے۔

۵- ان میں سے جو فاتر العقل ہے یا کبھی صحیح اور کبھی فاتر العقل ہے اس پر پابندی عائد کر دیگا۔

(یہ امام ماوردی کی کتاب الاحکام السلطانیہ کے ایک حصے کا خلاصہ ہے)

گذشتہ ادوار میں سادات کرام کے نقیب اسی طرح با اختیار ہوتے تھے لیکن اس وقت نہ تو ان کی اطاعت اور فرمانبرداری کی جاتی ہے اور نہ ہی وہ کسی کے فائدے اور نقصان کے مالک ہیں۔

چھٹی خصوصیت یہ ہے کہ ان میں سے بے عمل کی تعظیم و توقیر مطلوب ہے، اور یہ اعتقاد رکھنا چاہیئے کہ ان کا گناہ بخشا جائے گا اور اللہ تعالےٰ ان کی تقصیرات سے ضرور درگزر فرمائے گا اگرچہ اس طرح ہو کہ اللہ تعالےٰ انہیں موت سے پہلے خالص توبہ کی توفیق عطا فرما دے۔

ارشادِ ربانی ہے :-

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا۔

اور نبی اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا :۔

" اے بنی عبدالمطلب ! میں نے اللہ تعالٰے سے تمہارے لئے تین چیزوں کی دعا کی ہے :

۱۔ تمہارے باعمل کو ثابت قدمی عطا فرمائے۔

۲۔ تمہارے بے راہ کو ہدایت عطا فرمائے۔

۳۔ تمہارے بے علم کو علم عطا فرمائے۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا یہ ارشاد گزر چکا ہے :

"بے شک فاطمہ نے اپنی پاکدامنی کی حفاظت کی تو اللہ تعالٰے نے انہیں اور ان کی اولاد کو آگ پر حرام فرما دیا "

اس کے علاوہ دیگر احادیث گزر چکی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ یقیناً عذاب میں مبتلا ہوئے بغیر جنت میں جائیں گے لہذا اس جگہ ان کے دوبارہ ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ان کے فاسق کی عزت اس لئے مطلوب ہے کہ اس کی عزت اس کے فسق کی بنا پر نہیں بلکہ اس کے پاک اصل اور مبارک نسب کی بنا پر ہے اور یہ ان کے صالح کی طرح فاسق میں بھی موجود ہے، کسی کا فاسق ہونا اسے بیتِ نبوت سے خارج نہیں کرتا، وہ ایسے انسان ہیں جو معصوم نہیں ہیں لہذا یہ فسق ان کے نسب میں خلل انداز نہیں ہوگا، اگرچہ ان کے رفیع القدر مرتبہ کے لئے عیب ہے اور صالحین کے درمیان ان کے مقام کو کم کر دیتا ہے۔

مقریزی نے فرمایا کہ مجھے شیخ کامل یعقوب بن یوسف قرشی مکناسی نے بیان کیا کہ مجھے ابو عبد محمد فاسی نے بتایا کہ :

" میں مدینہ طیبہ کے بعض سادات بنو حسین سے بغض رکھتا تھا

کیونکہ مجھے معلوم ہوا تھا کہ وہ خلافِ سنت افعال کے مرتکب ہیں ، ایک دن میں مسجد نبوی میں روضۂ مبارکہ کے سامنے سوگیا ، مجھے نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی ، آپ نے مجھے میرا نام لیکر فرمایا کیا بات ہے میں دیکھتا ہوں کہ تم میری اولاد سے بغض رکھتے ہو؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! خدا کی پناہ! میں انہیں ناپسند نہیں رکھتا ، مجھے سنت کے خلاف ان کا عمل ناپسند ہے ، آپ نے فرمایا کیا یہ فقہی مسئلہ نہیں ہے کہ نافرمان اولاد نسب سے وابستہ رہتی ہے؟ میں نے عرض کیا ہاں ، فرمایا یہ نافرمانِ اولاد ہے ، میں بیدار ہوا تو میرے دل سے ان کی عداوت دور ہو چکی تھی ، پھر تو میں ان میں سے جس کسی سے ملتا اس کی خوب عزت و تکریم کرتا تھا۔

اے سیدِ گرامی! ملاحظہ فرمائیے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اہلِ سنت سے تعصّب رکھنے والے کو نافرمان بچہ فرمایا ، آپ جانتے ہیں کہ والدین کوئی سے بھی ہوں ان کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے ، آپ کے اپنے جدِ کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حقوق کے بارے میں کیا خیال ہے ؟

علامہ ابنِ حجر نے فتاویٰ کے خاتمہ میں فرمایا :۔

"جس شخص کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے اہلِ بیت اور حضرتِ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے خانوادے سے قائم ہوا اس کا بڑا جرم اور دیانت اور پرہیزگاری سے عاری ہونا اسے نسبِ عالی سے خارج نہیں کردے گا ، اسی لئے بعض محققین نے فرمایا (خدانخواستہ اگر) کسی سید سے زنا ، شراب نوشی یا چوری سرزد ہو جائے اور ہم اس پر حد جاری کردیں تو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی امیر یا بادشاہ کے پاؤں کو

غلاظت لگ جائے اور اس کا کوئی خادم اسے دھو ڈالے۔"

ان کی یہ مثال صحیح اور برحق ہے، ان کے بارے میں بعض لوگوں کا یہ قول لائق توجہ ہے کہ نافرمان بچہ وراثت سے محروم نہیں ہوتا، ہاں معاذ اللہ! اگر بالفرض اہلِ بیت کے کسی فرد سے کفر سرزد ہو جائے تو اس کی نسبت اسے شرافت بخشنے والی ذات کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے منقطع ہو جائے گی۔

میں نے بالفرض کی قید اس لئے لگائی ہے کہ مجھے قریباً قریباً یقین ہے کہ اس شخص سے کفر واقع نہیں ہوگا جس کے نسب صحیح کا اتصال محبوبِ رب العالمین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے یقینی ہو، اللہ تعالےٰ انہیں اس سے محفوظ رکھے۔ بعض حضرات نے تو یہاں تک کہا ہے کہ جن کی سیادت یقینی ہے ان سے زنا، لواطت وغیرہ کا وقوع محال ہے، کفر کا تو سوال ہی کیا ہے؟

یہ تمام تفصیل اس شخص کے بارے میں ہے جس کی سیادت یقینی ہے، جس شخص کی سیادت مشکوک ہو اگر اس کا نسب شرعی ثابت ہے تو اس کی سیادت کے پیشِ نظر ہر شخص پر اس کی تعظیم واجب ہے اور شرعی طور پر اس کی ناپسندیدہ خصلتوں پر انکار لازم ہے کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ سیادت سے یہ لازم نہیں کہ فسق نہ پایا جائے اور اگر شرعاً اس کا نسب ثابت نہیں ہے لیکن وہ اس نسب کا دعویدار ہے اور اس کا جھوٹ معلوم نہیں ہے تو اس کی تکذیب میں توقف کیا جائے گا کیونکہ لوگ اپنے انساب کے امین ہیں لہٰذا اس کا حال اس کے سپرد کر دینا چاہئے، جو انسان

بچ سکتا ہے اسے زہر نہیں پینا چاہیئے۔ جب لوگ کسی ولی کی طرف منسوب افراد کا پاس کرتے ہیں اور اس نسبت کے سبب ان کی تعظیم کرتے ہیں تو حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف منسوب حضرات کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اللہ تعالےٰ آپ کی عزت و شرافت میں مزید اضافہ فرمائے اور ہمیں آپ کے اور آل و اصحاب کے محبّین کے گروہ میں شامل فرمائے، آمین۔"

یہ انتہائی تحقیقی کلام ہے سوائے اس بات کے کہ :

"قریباً قریباً مجھے یقین ہے کہ حقیقت کفر اُن سے واقع نہیں ہوگی"

کیونکہ مقصدِ اول میں آیتِ تطہیر اور وہ احادیث گزر چکی ہیں جن سے یقینی طور پر ان کا جنتی ہونا اور قیامت کے دن ان کے نسب کا منقطع نہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس سے پتا چلتا ہے کہ ان سے حقیقی کفر یقیناً سرزد نہیں ہوگا۔

آن کا یہ ارشاد :

"اگر اس کا نسب شرعاً ثابت نہیں اور وہ اس نسب کا دعویدار ہے"

بہترین کلام ہے۔ البحر المورود میں سیدی عبدالوہاب شعرانی کا یہ ارشاد اس سے بھی بہتر ہے :۔

"اے بھائی ہمارا اس سید کی عزت کرنا جس کی سیادت کے صحیح ہونے میں طعن کیا گیا ہو، رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں صحیح النسب سید کی تعظیم سے زیادہ مقبول ہے کیونکہ صحیح النسب سید کی تعظیم کرنا کسی کے لئے اتنی بڑی فضیلت نہیں ہے جتنی کہ غیر ثابت النسب سید کی محض نسبت کی بنا پر تعظیم کرنے میں فضیلت ہے۔"

ساتویں خصوصیت قیامت کے دن نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی ذاتِ کریم سے ان کے نسب کا متصل ہونا اور ان کا اس اتصال سے فائدہ حاصل کرنا جب کہ دوسرے نسب منقطع ہو جائیں گے اور ان سے فائدہ حاصل نہ کر سکے گا جیسے کہ حدیث شریف میں تصریح ہے :۔

" میرے نسب اور تعلق کے علاوہ ہر نسب اور تعلق منقطع ہو جائیگا"

ایک اور حدیث میں ہے :۔

" ان لوگوں کا کیا حال ہے جو کہتے ہیں قیامت کے دن رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی رشتہ داری فائدہ نہ دے گی ، ہاں میری رشتہ داری دنیا و آخرت میں متصل ہے ، اے لوگو ! میں حوض پر تمہارے لئے پیش رو ہونگا "

اللہ تعالےٰ کا یہ ارشاد :

لَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ

" ان کے درمیان رشتے داریاں نہیں ہوں گی"

سادات کرام کے ماسوا کے ساتھ مخصوص ہے۔

آٹھویں خصوصیت ان کا زمین میں موجود ہونا زمین والوں کے لئے باعثِ امن ہے جیسے کہ احادیث میں وارد ہے مثلاً نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :۔

" ستارے آسمان والوں کے لئے باعثِ امن ہیں اور میرے اہلِ بیت زمین والوں کے لئے باعثِ امن ہیں"

ایک روایت میں ہے :۔

میری امت کے لئے باعثِ امن ہیں "

اس کی شرح مقصدِ اول میں گزر چکی ہے، حدیث کے شارحین نے بالاتفاق اہلِ بیت کی تفسیر اولادِ اطہار سے کی ہے، صرف حکیم ترمذی اس طرف گئے ہیں کہ ان سے ابدال مراد ہیں، اس سے پہلے ان پر رد گزر چکا ہے، دیکھنا چاہیں تو اسے ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ ابنِ حجر نے فرمایا :-

دوسری صاحبزادیوں کی اولاد کی بجائے صرف حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی اولاد کے اس شرافت سے مختص ہونے کی حکمت وہ فضائلِ کثیرہ ہیں جن سے حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا اپنی بہنوں میں ممتاز ہیں مثلاً :

۱- اللہ تعالےٰ نے زمین میں حضرتِ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نکاح سے پہلے آسمان میں ان کا نکاح حضرتِ علی سے کر دیا تھا۔

۲- انہیں اپنی بہنوں میں یہ امتیاز حاصل ہیں کہ وہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔

۳- ان کا یہ امتیاز ہے کہ ان کا نام زہراء (تر و تازہ پھول) رکھا گیا یا تو اس لئے کہ بغیر کسی بیماری کے انہیں حیض نہ آتا تھا تو وہ جنتی عورتوں کی طرح ہوئیں یا اس لئے کہ وہ جنتی عورتوں کے انداز پہ پاک اور صاف تھیں یا کچھ اور وجوہ ہوں گی۔

کوئی بعید نہیں کہ ان کی اولاد کے دنیا میں باقی رہنے اور عمومِ فتن سے دنیا کے لئے باعثِ امن ہونے کی حکمت یہ اور ان جیسے دیگر فضائل ہوں، نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی کہ وہ قرآنِ پاک کی طرح ہیں، ارشاد فرمایا :

میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، کتاب اللہ اور اور اپنی عترتِ طاہرہ، جب تک تم ان دونوں کو تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔"

علامہ ابنِ حجر نے فرمایا :-

" نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کی خبر ہونے کی فضیلت حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی اولاد کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، محققین نے تصریح کی ہے کہ اگر حضرتِ زینب کی اولاد حضرت ابوالعاص سے زندہ رہتی یا حضرتِ رقیہ اور حضرتِ ام کلثوم کی اولاد حضرتِ عثمانِ غنی سے زندہ رہتی تو ان کی فضیلت و سیادت وہی ہوتی جو اولادِ فاطمہ کی ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

نویں خصوصیت یہ ہے کہ وہ پہلے جنت میں داخل ہوں گے، امام ثعلبی نے حضرتِ علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کی کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں لوگوں کے حسد کی شکایت کی تو حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ تم چار میں سے چوتھے ہو؟ سب سے پہلے جنت میں میں، تم اور حسین کریمین داخل ہوں گے ہماری ازواجِ مطہرات ہمارے دائیں اور بائیں ہوں گی اور ہماری اولاد ہماری ازواج کے پیچھے ہو گی۔"

دسویں خصوصیت یہ ہے کہ وہ حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی اولاد ہونے کے باوجود نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی اولاد کہلاتے ہیں اور آپ ہی کی طرف صحیح نسبت کے ساتھ منسوب ہیں۔

امامِ طبرانی نے یہ حدیث بیان کی ہے :-

" اللہ تعالےٰ نے ہر نبی کی اولاد ان کی پشت میں رکھی اور میری اولاد علی بن ابی طالب کی پشت میں رکھی "

اور نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد :-

" ہر ماں کی اولاد اپنے (پدری) رشتہ داروں کی طرف منسوب ہوتی ہے، ماسوا اولادِ فاطمہ کے کہ میں ان کا ولی ہوں اور ان کا عصبہ ہوں"

اسعاف میں ہے :-

" یہ خصوصیت صرف حضرتِ فاطمہ کی اولاد کے لئے ہے، دوسری صاحبزادیوں کی اولاد کے لئے نہیں ہے، ان کے بارے میں یہ نہیں کہا جائے گا کہ حضور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم ان کے باپ ہیں اور وہ آپ کے بیٹے ہیں جس طرح کہ یہ بات اولادِ فاطمہ کے لئے کہی جاتی ہے، ہاں یہ کہا جائے گا کہ وہ آپ کی اولاد اور نسل میں سے ہیں "

علامہ ابنِ حجر کا یہ قول گزر چکا ہے کہ اگر وہ زندہ رہتے تو جزئیت کے اعتبار سے ان کے لئے وہی شرافت و سیادت ہوتی جو اولادِ فاطمہ کے لئے ہے (رضی اللہ تعالےٰ عنہم)

گیارہویں خصوصیت

علامہ صبان نے ان کی یہ خصوصیت شمار کی ہے کہ جو شخص ان میں سے کسی پر احسان کرے گا، نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم قیامت کے دن اسے بدلہ عطا فرمائیں گے، نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :-

" جو شخص وسیلہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور یہ چاہتا ہے کہ میری بارگاہ میں اس کی کوئی خدمت ہو جس کے سبب میں قیامت کے دن اس کی

شفاعت کروں اسے چاہیئے کہ میرے اہلِ بیت کی خدمت کرے اور
انہیں خوش کرے۔"

بارہویں خصوصیت

علامہ صبان نے فرمایا، ان کی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی محبت درازیٔ عمر اور قیامت کے دن چہرہ سفید ہونے کا سبب ہے اور ان کا بغض اس کے برعکس اثر رکھتا ہے جیسے کہ صواعقِ محرقہ میں حدیث شریف نقل کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا :-

"جو شخص پسند کرتا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو اور اپنی آرزوؤں سے بہرہ ور ہو اسے میرے بعد میرے اہلِ بیت سے اچھی طرح پیش آنا چاہیئے اور جو میرے بعد ان سے اچھی طرح پیش نہیں آئے گا، اس کی عمر قطع کر دی جائیگی اور قیامت کے دن اس حالت میں میرے پاس آئیگا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہوگا۔"

یہ بات نبیِ اکرم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے صحابہ کے بارے میں بھی پائی جاتی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ان سے عداوت رکھنے والوں کے چہرے آخرت سے پہلے دنیا ہی میں سیاہ ہیں جیسا کہ یہ ہر اس شخص کو نظر آئے گا جس کے دل میں ایمان ہے۔

عمر کی درازی کا مطلب یہ ہے کہ اس میں برکت حاصل ہوتی ہے حتیٰ کہ اس شخص کی نیکیاں زیادہ اور گناہ کم ہوتے ہیں۔